میر گل خان نصیر بحیثیتِ ترقی پسند شاعر

ڈاکٹر زاھد حسین دشتی

شعبہ بلوچی، جامعہ بلوچستان، کوئٹہ

ڈاکٹر شازیہ جعفر

اسسٹنٹ پروفیسر، پاکستان سٹڈیز سنٹر، یونیورسٹی آف بلوچستان کوئٹہ

دردانہ

اسسٹنٹ پروفیسر، تاریخ، گورنمنٹ ڈگری گرلز کالج، سیٹلائٹ ٹاؤں، کوئٹہ

Abstract:

[1] Mer Gul Khan Nasir is one the conspicuous Baloch Poet who made the Balochi Classical Poetry fit as a fiddle. His poetic thoughts and expression is progressive, revolutionary, nationalistic and devoted in lyrics. His poetry is unique in compare to the other Baloch poet, in view of fact that his beautiful verses are precious and unassuming. His admirable poetry communicates the inter anxiousness of a patriotic, progress and revolutionary man.

In this research paper, related mentioned above subject will be discuss and center.

کلیدی الفاظ: گل خان نصیر، شاعری، زبان، بلوچستان، ادب، زندگی، فن، سرزمین، ترقی، نظم، بلوچ، بلوچی

تاثیر سوزِ دل سے سدا بے قرار ہوں

پروانہ وار شمعِ وطن پر نثار! (نصیر)

آج کا انسان ترقی کے ثمرات سے بہرہ ور ہو رہا ہے یا پسماندگی کے اندھیروں میں ڈوبا ہوا ہے۔ دونوں صورتوں میں درست رہنمائی، علم اور فکر کا کردار انتہائی اہم ہوتا ہے۔ جس معاشرے نے جدّت، حقیقت اور سچائی کو مان کر سفر کو آگے بڑھایا تو وہ ترقی کے منازل طے کرتا رہا۔ اگر ماضی کے الجھنوں اور علم اور فکر سے دور یا حقیقتوں سے انکار کرتا رہا تو پسماندگی، غربت، افلاس اور الجھنیں اُن کا نصیب بن گیا۔

انسانی سماج ابتدائی ادوار سے دو ہی سوچ و فکر کا پیروکار رہا ہے۔ ایک وہ جو مختلف عقیدوں کے تحت سورج، چاند، ستارے، آگ، ہوا اور مختلف مافوق الفطرت قوتوں کی پوجا کرتا رہا ہے اُن کی خوشنودی حاصل کرنے کے لئے مختلف رسومات کو جنم لیا جو وقت کے ساتھ ساتھ اپنی شکل اور ہیئت بدلتے رہے۔ انہی افراد کے درمیان ایسے بھی لوگ پیدا ہوئے جنھوں نے اپنی سوچ اور فکر سے خداؤں، دیوتاؤں، پری، جنوں کی خوف اور خوشنودی کا خیال نہیں رکھا بلکہ انہوں نے وقت کے ساتھ ساتھ ان سے گلو خلاصی کر لی۔ صدیوں کے سفر کے بعد جب ریاستیں وجود میں آئی تو معاشرہ بھی طبقوں میں تقسیم ہوتا گیا ایک وہ طبقہ جو تمام مراعات اور سہولت کا مالک ٹھہرا اور ایک طبقہ محرومی اور استحصال کا شکار ہوتا رہا ہے۔

ہر دو طبقے کے لئے ساہوکار یار ہنما پیدا ہوتے رہے ایک اشرافیہ یا سامراج قرار پایا دوسرا جو مزدوروں، کسانوں اور عام عوام کا نمائندہ بنا وہ ترقی پسند کہلایا۔ اشرافیہ اور سامراج نے اپنی مفادات کے تحفظ کے لئے جتھے بنائے اُن کے ذریعے ظلم اور جبر کا بازار گرم کیا تو دوسری جانب جدوجہد، مزاحمت اور علم اور شعور کا پیغام بلند کیا گیا۔

میر گل خان نصیر نے اپنے معاشرے میں ترقی پسند شاعر کی حیثیت سے اپنی پہچان بنالی انہوں انگریز سامراج کے خلاف بغاوت کا علم بلند کیا انہوں نے ہر وہ طریقہ اور راہ اختیار کیا جس سے نچلے اور پسے ہوئے طبقات کی ترقی اور خوشحالی کا سامان کیا جاسکتا تھا۔ انہوں نے اس مقصد کے لئے شاعری شروع کی یہ 1930ء کی دہائی تھی جب انہوں نے شاعری شروع کی۔ انہوں نے چار زبانوں میں شاعری کی جن میں بلوچی، براہوئی، اردو اور فارسی شامل ہیں۔ان کے شاعری بالخصوص بلوچی شاعری کے متعلق محققین اور نقادوں نے بہت کچھ کہا ہے۔اس حوالے سے میر گل خان نصیر نے بھی بلوچی شاعری کے متعلق اپنے خیالات کا اظہار کیا ہے کہ

"بلوچی شاعری کی پشت پر صدیوں کی ایک ادبی تاریخ ہے۔ جس پر تفصیلی بحث تو کجا اگر اجمالی طور پر بھی کچھ کہا جائے تو جلدیں مرتب ہوں۔ لیکن اس وقت چونکہ ہمارے پیش نظر بلوچی کی صرف رزمیہ شاعری ہے اس لئے اس طویل بحث کو سمیٹ کر ہم صرف ان رزمیہ کے بیان پر اکتفا کریں گے جو کسی نہ کسی طرح بلوچستان اور بلوچوں کی تاریخ پر اثر انداز ہوئے ہیں اور جو نہ صرف سبق آموز ہیں بلکہ ہماری قومی تحریک کے منازل کو آج بھی نمایاں اور روشن کرتے ہیں" (1)

جس طرح بلوچی زبان و ادب کا دامن انتہائی وسیع ہے اس میں میر گل خان نصیر، عطاشاد اور دیگر نامور شعراء کا اس میں بھرپور حصہ شامل ہیں۔موجودہ دور میں جو شاعری ہورہی ہے اس میں ماضی کے عظیم شعراء کا رنگ نمایاں طور پر نظر آتا ہے۔ کیونکہ یہ ایک روایت ہے کہ جس قوم کے ماضی میں جس مزاج اور طرز کی شاعری ہوئی اُسے اگلی نسلیں اور معاشرہ اُسی رنگ یا اُس میں جدیدیت کے رجحانات کے تحت آگے بڑھایا۔ تاہم اِس دور کے مقابلے میں ماضی یا یہ کہیں کہ میر گل خان نصیر کا دور ایک ایسا پُر آشوب دور تھا جس میں تعلیمی اداروں کی کمی اور تعلیم کی طرف رغب کی کمی اور کتب اور شاعری کی ترسیل کے مراحل انتہائی ناپید یا مشکل تھے۔ بغاوت اور شعوری سوچ رکھنے والے افراد یا تو پابند سلاسل کئے جاتے تھے یا اُن کی زندگی کسی اور طریقے سے اجیرن بنادی جاتی تھی۔ مگر میر گل خان نصیر نے اپنے عوام کو استحصالی طاقتوں کے خلاف اور اپنے آباؤ اجداد کی آزاد اور خوشحال زندگی کے تصور کو ودیعت کی۔

"میر گل خان نصیر کی شاعری کی کل نو(9) کتب چھپی۔ پانچ اُن کی زندگی میں اور چار بعد از مرگ۔ سب سے پہلے "گلبانگ" چھپی 1952ء میں اور پھر اپنی نازک خیالی اور عوامی زبان سے بھرپور "شپ گروک" انہوں نے 1964ء میں چھپوائی۔ "گرند" 1971ء میں آئی۔ "ہون ئیَ گوانک" 1988ء میں۔ "پرنگ" 1988ء میں اور "گل گال" 1993ء میں ظہور پذیر ہوئی۔ ان کی دو طویل جنگی نظمیں "داستان دوستین وشیرین" 1964ء اور "حملئِ جیند" 1969ء میں چھپیں۔ "ھپت ہیک و جنگانی زراب" 1990ء میں چھپی جس میں بھی دو طویل جنگی نظمیں ہیں" (2)

ان کتب اور دیگر شاعری میں گل خان نے جمہوریت، اعلیٰ اخلاقی قدروں اور انسانی عظمت کے لئے شاعری کی اُس دور میں کئی دیگر شعراء بھی موجود تھے مگر چونکہ گل خان نصیر پڑھے لکھے اور سیاسی طور پر بالغ تھے انہوں نے سوویت یونین کے مزدور انقلاب (اکتوبر انقلاب) کے اثرات سے بھی خوب واقف تھے اس لئے انہوں نے اپنی شاعری میں ظالم اور جابروں کو للکارتے رہے۔اس سلسلے میں مختصراً آگے جاکر اُس کے شاعری کے کچھ نمونے آپ کے سامنے پیش کریں گے جس کو پڑھ کر آپ اندازہ لگاسکتے ہیں کہ انہوں نے کس طرح استحصالی قوتوں کے خلاف شعور اُجاگر کیا انہیں بلوچ اور بلوچستان سے ایمان کی حد تک محبت تھی۔ انہیں اپنے خانہ بدوشوں اور مفلوک الحال عوام کی زندگی میں مسائل اور جبر برداشت کرنے کے بجائے انہیں جدوجہد کا راستہ اپنانے کا شعور دیا۔اُن کی شاعری میں ترقی پسند رجحانات کے علاوہ جرات اور بے باکی بہت ہے۔لال بخش رند نے "میر گل خان نصیر، شاعر انقلاب" کے عنوان سے ایک تحریر میں اُن کے شاعری کے مزاج کو بیان کیا ہے جسے نور محمد شیخ نے "میر گل خان نصیر (شخصیت، شاعری اور سیاست) کے موضوع پر تحریر کردہ کتاب میں شامل کیا ہے ذرا ملاحظہ کریں۔

"بلوچی زبان کے عظیم انقلابی شاعر میر گل خان نصیر کی شاعری میں جرات اور بے باکی بہت ہے۔ ان کا طبقاتی شعور پختہ اور قومی شاعری بلند آہنگ ہے۔ ان کی شاعرانہ گھن گرج ہر پڑھنے والے کے دل کے تاروں کو چھیڑتی اور احساس کو حیات نو بخشتی ہے۔ اُن کی شاعری کا مطالعہ پڑھنے والے میں جوش و جذبے کی پیدائش کا سبب بنتا ہے۔ اس خصوصیت کے علاوہ میر گل خان نصیر اپنے ہم عصر بلوچی شعراء سے یوں بھی مختلف ہیں کہ اُن کی شاعری کی لے سیاسی رنگ و آہنگ لئے ہوئے ہے۔ وہ بلوچی زبان میں عوام اور وطن دوست شاعری کے بلند آہنگ نئے طرز کے اولین نقیب ہیں"(3)

اُس عہد میں شعری موضوعات بہت ہی محدود تھے یعنی کہ بلوچ، بلوچستان، غربت، سامراج اور سردار.... مگر میر گل خان نصیر نے ان موضوعات میں جدت اور آفاقیت کا آمیزش شامل کیا یہ آمیزش گل خان کی ذہنی صلاحیت اور قابلیت کا ثبوت ہے۔ کسی بھی دور کے ادیب، محقق اور شاعر کا مثبت پہلو یہ ہوتا ہے کہ وہ اپنے ارد گرد کے حالات کے علاوہ پوری دنیا میں ہونے والی سیاسی اور ادبی حالات پر نظر رکھتے ہیں اور ان میں سے اپنے معاشرے سے جڑے حالات اور واقعات کو اپنے الفاظ میں بیان کرتے ہیں۔ اس طرح کے بہت ساری مثالیں آج بھی موجود ہے کہ شاعر، مورخ اور ادیب حتیٰ کہ سیاست دان نے اپنے معاشرے کے علاوہ دیگر محکوم اور مظلوم اقوام کے لئے آواز بلند کی اور اُن کے موقف کی حمایت کی اور اُن کی جدوجہد اور ہمت افزائی میں ہر اول دستے کا کردار ادا کیا۔ اس سلسلے میں میر گل خان نصیر بھی ایسے ہی شاعروں میں شامل ہیں جنہوں نے پوری دنیا کے مظلوم اور محکوم اقوام کے لئے بھی آواز بلند کیا۔

میر گل خان نصیر کے زمانے میں بھی علاقائی اور عالمی حالات روز بروز بدل رہے تھے جن کا اثر ان کے سوچ اور فکر پر پڑا انہوں نے علاقے میں سفر کے دوران ان اثرات اور مشاہدات کو مزید مستحکم کیا۔ نصیر کی عالمی نقطہ نظر کا ذکر عبدالصبور بلوچ نے "ورثہ" (نصیریات) میں کیا ہے وہ لکھتے ہیں:۔

"نصیر نے یہ گیت اس وقت تخلیق کئے جب روئے زمین پر عہد پارینہ اپنی آخری سانسیں لے رہی تھی ایک اور عہد اس کی جگہ لینے کے لئے آگے کی طرف رواں تھی۔ تاریخ میں نئے اور بڑے انقلابات جنم لے رہے تھے۔ روس کے عظیم انقلاب کی ہوا تازہ تھی۔ نیند گراں میں ڈوبے ہوئے چینی اٹھ کھڑے ہوئے تھے۔ ہندوستان میں نئی صبح کی ظہور کے لئے حالات ساز گار تھے۔ افریقہ کے لوزدہ سر زمین کے شعلوں نے وہاں کے لوگوں کے دلوں میں شعور کا دیا جلا دیا تھا۔ غلے کی سر زمین لاطینی امریکہ آزادی کے متوالوں کے پیروں تلے لرز رہی تھی۔ انقلابات کے اس دور میں نصیر نے اپنی بے چین دل اور تپتی ہوئی روح کی آواز کو اشعار کے قالب میں ڈھال لیا اور اپنی چھینی گئی آزادی کا مطالبہ کیا اور بلوچوں کو للکار کر انہیں جگایا "(4)

اس پس منظر میں ذرا ان اشعار کا جائزہ لیں۔

"آگیا وقتِ امتحانِ بلوچ

اب ہے کچھ اور آسمانِ بلوچ

قید سے کیوں انہیں ڈراتے ہو

طفلِ ناداں نہیں جوانِ بلوچ

خوفِ زنداں نہیں بلوچوں کو

جان پر کھیلنا ہے شانِ بلوچ

ملک وملت کے واسطے قربان

مال و دولت، عزیز و جانِ بلوچ

ہوئے گی آخر ایک دن آزاد

آج گر بند ہے زبانِ بلوچ

زورِ باطل سے دب نہیں سکتا

دیکھ لے! آزما....!! کمانِ بلوچ

کچھ نہیں ہے مگر خدا کے سوا

جب سے قائم ہے آن بانِ بلوچ

رکھ توقع نصیر خالق پر

ہے وہ خلاق پاسبانِ بلوچ"(5)

یا

"ستم!ستم!!یہ ہمیں آج کیوں رلاتے ہیں

دکھے ہوئے دلِ مضطر کو کیوں دکھاتے ہیں

ہمارے شور وفغاں سے جو ہوتے ہیں بیدار

پکڑ پکڑ کر انہیں جیل میں بٹھاتے ہیں

جو پوچھتے ہیں بھئی کس لئے یہ ظلم وستم

یہ کس جہان کے قانون یوں سکھاتے ہیں

جواب ملتا ہے بس!بس!!زیادہ ٹھیک نہیں

ہمارے عیب یہ غیروں کو جاسناتے ہیں

کرو نہ ہم پہ ستم راہِ راست پر آؤ

یہ ٹھیک بات ہے تم کو ابھی بتاتے ہیں

وگرنہ ہم بھی کوئی اور راہ دیکھیں گے

کسی طریق سے امن ورفاہ دیکھیں گے" (6)

یہ ہے گل خان نصیر کی شاعری کا مزاج انہوں نے اس میدان میں اپنے دور کی سچائیوں کو بیان کیا یہی وہ عمل تھا جس میں انہوں نے معاشرے خاص طور پر بلوچوں کے قومی، سماجی اور معاشرتی حالات کو قلم کے ذریعے سامنے لاتے رہے۔انہوں نے شاعری کے ذریعے ان تمام مسائل کو بیان کیا اس لئے ہم کہہ سکتے ہیں کہ انہوں نے اپنے تہذیبی اور ثقافتی رنگوں اور بلوچی شعری اسلوب اور روایات سے آگاہ کرتے رہے انہوں نے نہ صرف اس عمل کو جاری رکھا بلکہ اس میں جدت لاتے رہے اور قوم کو ایک نئی زندگی بخشی اُس کے دور اور بعد کے شعراء نے اسی سخن کو جاری رکھا۔

"میر گل خان نصیر کا ادبی نقطہ نظر ترقی پسندانہ تھا۔اس لئے وہ ادب برائے ادب کی بجائے ادب برائے زندگی کے نظریئے کے قائل تھے۔اس لئے انہوں نے اسے سماجی تبدیلی کی جدوجہد اور زندگی کی اصل مسائل کے ساتھ جوڑ دیا۔ان کے فن کا مقصد زندگی کو خوبصورت بنانا، حرارت بخشنا اور غلاظتوں سے پاک کرنا تھا۔انہوں نے اس مقصد کے حصول کی خاطر ادب سے بھرپور کام لیا اور جدید بلوچی ادب میں ترقی پسندانہ رجحانات کو مزید فروغ دے کر اسے ایک نئی جہت عطا کر دی۔ظلم وجبر

کے خلاف بھرپور مزاحمتی شاعری کی اور اپنے فن کے ذریعے ایک تحریک کو جنم دیا۔ اپنے عہد کو متاثر کیا۔ عوام کی روحوں کو گرمایا اور سماجی تبدیلی کے لئے ان کی قیادت کی " (7)

میر گل خان نصیر کی اردو شاعری کے نمونے تو آپ نے پڑھ لئے اب ذرا اُن کے براہوئی، بلوچی اور فارسی شاعری کے نمونے بھی پڑھ کر اندازہ لگالیں کے اُن کی شاعری میں کتنی جدت، کتنی ترقی پسندی اور شعوری سوچ موجود ہیں۔

براہوئی (خطاب نوجوانان تے تون.... چند مصرے)

ہتم ناہُرک کارواں بسنے

کہ جنت ناپھلاتیان ایسے

کہ گواڑخ دسوک پھل وسنبل ارے

بہشت نامثالٹ جہاں کل ارے

جہاں ڈکنگا پردہ ٹی رنگ نا

زمیناارے پھل ہر رنگ نا

کرانصاف اینونی داراز تن

کنجشکے نی جنگ ایت شاہین تن

زمانہ ناڈولاک بدل مسنو

دامڑ داتہ قولاک بدل مسنو"(8)

ترجم.... "دیکھو بہار کا کارواں آیا ہے

جنت کے پھول ساتھ لایا ہے

جن میں گل لالہ، سنبل اور دیگر پھول ہے

جنت نظیر دنیا ہے

دنیا چُپ گئی رنگوں کے پردے میں

زمین پر ہر رنگ کے پھول ہیں

کرو انصاف اس راز کے ساتھ

پرندے کو لڑاؤ شاہین سے

زمانے کے اطوار بدل گئے ہیں

بہادروں کے قول و قرار بدل گئے ہیں"(9)

بلوچی

"اودرباری شاعراں بیاات، بل ات شاہ و وزیراں

بیاات گوں ما، براساں! مانی زیملے نوکیں زیراں

سنگت بہ بیت گوں وار وغریباں، بل ات خان وامیراں

مزدوراں گوں، دھقاناں گوں، سرینا بند و بچارت

نوکیں شعرے سنگتاں، نوکیں گٹے بیارات"(10)

ترجمہ....(درباری شاعرو آؤ ،شاہ و وزیروں کو چھوڑو

ہمارے ساتھ آؤ ،بھائیو! اب ہم نئی طرز لائے ہیں

غریبوں اور بے کسوں کے دوست بنو، خان وامیروں کو چھوڑو

مزدوروں سے، کسانوں سے، کمر کس کے پھر دیکھو

نئی شاعری دوستو، اک نیا آہنگ لاؤ" (10)

فارسی (پیغامِ عمل)....(چند مصرعے)

"چشم بالا کردشاہے داستان

صورتے از مقبلانے پاستان

گفت اے جویندہِ رازِ بلوچ

حدف وصوتت نغمہِ سازے بلوچ

چیزکے گفتی تواز قوم و وطن

آتشے افروختنی اندر بدن"(9)

نتائج:۔

میر گل خان نصیر ہو یا بلوچ سماج کے دیگر مزاحمتی شاعر انھوں نے کبھی بھی درباری شاعری نہیں کی بلکہ انہوں نے انتہائی نامساعد حالات کے باوجود حق اور سچ کا ساتھ دیا۔ جہاں تک میر گل خان نصیر کی شاعری اور اُس دور کے حالات کی بات ہے تو انہوں نے دونوں ادوار دیکھے انگریزوں کے زیر نگین زندگی گزاری اور بلوچستان کے پاکستان کے ساتھ الحاق کے بعد کے بھی زندگی کے تجربات ....انہوں نے ہر دور میں اپنی انفرادیت کو برقرار رکھا۔ دونوں ادوار میں انہیں سچائی اور حقیقت کا بیان کرنے کے پاداش میں قید و بند اور اذیتیں سہنا پڑا۔ مگر یہ تو حقیقت ہے کہ جب آپ سچائی اور حقیقت کا ساتھ دیں گے تو آپ کے لئے مشکلات ضرور پیدا ہوں گے۔ مگر چونکہ زمانہ اس بات کا گواہ ہے کہ ہر دور میں کچھ ایسے دیوانے ضرور پیدا ہوئے جنہوں نے مظلوموں اور محکوموں کے حقوق کے لئے جدوجہد کا راستہ اختیار کیا۔ میر گل خان نصیر کو ترقی پسند شاعر کی حیثیت سے زمانہ آج اور آنے والے صدیوں میں بھی یاد کرتا رہے گا۔ آج کے شاعری کے موضوعات حسن، زلف کے مقابلے میں میر گل خان نصیر نے 'قوم دوستی وطن دوستی، قبائلیت بے زاری، سردار دشمنی، حریت پسندی، رجائیت، عوام دوستی، سیکولر فکر، سماجی حقیقت نگاری، آفاقیت کے موضوعات کے تحت شاعری کی۔

رہیں گے ہم گرفتارِ بلائے آسماں کب تک

جلائیں گی ہماری جھونپڑی کو بجلیاں کب تک

حوالہ جات

1۔ دشتی زاہد حسین / بلوچ حامد علی "میر گل خان نصیر "شاعر، مورخ، صحافی، سیاست دان "2014ء گل خان نصیر چیئر یواوبی، ص۔55

2۔ میر، عابد "نصیر خوش کلام "2015ء "میر گل خان نصیر چیئر، جامعہ بلوچستان، کوئٹہ ص88-

3۔ شیخ، نور محمد "میر گل خان نصیر، شخصیت، شاعری اور سیاست "1993ء عوامی ادبی انجمن کراچی ص۔60

4۔ بلوچ، عبدالصبور "ورثہ "(نصیریات)2005ء، بلوچی اکیڈمی کوئٹہ، ص23-

5۔ مری شاہ محمد، ڈاکٹر "کاروان کے ساتھ "2015ء، گل خان نصیر چیئر جامعہ بلوچستان کوئٹہ، ص۔34-35

6۔ ایضاً ص36-37

7۔ بادینی، یار جان / بلوچ، طاہر حکیم "میر گل خان نصیر: زندگی اور فن "2014ء، بلوچی لبز انکی دیوان، کوئٹہ ص2

8۔ گچکی، یوسف عزیز "چرِک "براہوئی ادبی سوسائٹی پاکستان کوئٹہ، 2021ء ص۔21-22

9۔ مری، ڈاکٹر شاہ محمد "کاروان کے ساتھ "2015ء، گل خان نصیر چیئر جامعہ بلوچستان کوئٹہ، ص۔241

10۔ شیخ، نور محمد "میر گل خان نصیر، شخصیت، شاعری اور سیاست "1993ء عوامی ادبی انجمن کراچی ص۔63